

اقتدار حاصل کرنے کا کوئی اصول نہیں ہے!

اقدار کا کھیل دنیا کا سب سے سفاک کھیل ہے۔ اس میں کوئی اصول اور کسی قسم کی کوئی مخصوص حکمت عملی شامل کا نہیں ہے۔ مقصد صرف ایک، کہ مسند شاہی پر قبضہ کیا جائے۔ بادشاہ بن جائے، شہنشاہ معظم کہلا یا جائے۔ اب یہ استعارے ظاہری طور پر بدل چکے ہیں۔ انکی جگہ صدر، وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کا صینہ استعمال ہوتا ہے جو کہ سراسر بے محل ہے۔ نکتہ اور اصل عمل وہی صدیوں پرانا ہی ہے جو دربار میں ہوا کرتا تھا اور جس کا مقصد تخت حاصل کرنا تھا۔ صدیوں کا نہیں، ہزاروں سال سے مسلسل جاری و ساری کھیل ہے۔ ہمارے خطے میں چونکہ حکومت سازی اور حاکم بننے کا کوئی اصول اور ضابطہ سینکڑوں برس سے ترتیب ہی نہیں ہو پا یا۔ لہذا اس خطے میں بالائی سطح پر حکومت حاصل کرنے کیلئے ہر جائز اور ناجائز حریم استعمال کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ بر صغیر کا مسئلہ دراصل اقتصادی ہے، ہی نہیں۔ یہ ایک اخلاقی مہیب مسئلہ ہے جس میں حکومت میں آنا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ ہم اخلاقی یا سماجی بگاڑ کی انتہا میں سانس لینے پر مجبور ہیں۔ قیامت ہے کہ یہ ہر آنے والے دن بد سے بدتر ہو چکا ہے۔

دنیا کے شہاں ملکوں پر نظر ڈالیے۔ آج یہ سب سے مہذب اور ترقی یافتہ سماج ہیں۔ ڈنمارک، سویڈن، ناروے اور آئس لینڈ پوری دنیا کیلئے ہر طریقے سے بہتر مثال ہیں۔ مگر کیا یہ بہترین صورت حال ہمیشہ سے ایسی ہے۔ قطعاً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ وائی کنگز کا نام تو آپ نے سننا ہوگا۔ مقامی لوگوں کا وہ ظالم ترین جھٹتہ تھا جو بحری جہازوں پر سوار ہو کر نکلتے تھے۔ یورپ میں کسی بھی شہر پر آنا فاماً جملہ کرتے تھے۔ مال و دولت لوٹتے تھے۔ گھروں کو آگ لگادیتے تھے اور زیادہ ترا فراد کو قتل کر دیتے تھے۔ ابتدائی دور میں یہ غلام اور لوٹیاں بھی نہیں بناتے تھے۔ اسلیے کہ یہ کسی کو زندہ رہنے کا حق ہی نہیں دیتے تھے۔ انکی طاقت کا اندازہ لگائیے کہ یورپ میں پیرس تک پہنچ چکے تھے۔ پورا یورپ انکی ٹھوکروں میں تھا۔ تباہی اور بر بادی کا نشان تھے۔ مگر اندر ورنی طور پر ہمیشہ کسی نہ کسی طرح اقتدار کی جنگ میں ملوث رہتے تھے۔ اگر انکا سردار قتل و غارت کے مشن پر جاتا تھا تو نوے فیصد امکان ہوتا تھا کہ کوئی نہ کوئی مرد یا عورت اسکی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر مسندِ شاہی پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ اس زمانے میں فیصلہ تلوار یا نیزہ کرتا تھا۔ جو طاقتوں ہوتا تھا۔ جسکے گروہ میں زیادہ جتنجھو ہوتے تھے۔ غالب آ جاتا تھا۔ یعنی سینکڑوں برس پہلے بھی اقتدار کا کھیل بالکل ایسے ہی تھا جیسے آج ہے۔ صرف اصطلاحات اور طریقہ کار کو ہمارے جیسے ملکوں میں معمولی سا بہتر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معاملات بالکل وہیں کے وہیں ہیں۔ کم از کم ہمارے خطے میں تو بالکل تبدیل نہیں ہوئے۔ اور ہاں ایک عجیب سی بات۔ وائی کنگز دنیا کیلئے تو سراپا ظلم تھے۔ مگر وہ اندر ورنی طور پر حد درجہ مذہبی لوگ تھے۔ اپنے دین کے حساب سے وہ لوگوں کی گردی میں کاٹتے ہوئے اپنے خدا سے دعا ضرور مانگتے تھے۔ انکا دین کون سا تھا۔ اس پر کثیر تعداد میں لڑپچھر موجود ہے۔

چلے، وائی کنگز کے معمولات کو چھوڑ دیے۔ سلطی یورپ کی حکومتوں کی تشکیل اور ترتیب کا جائزہ لجئے۔ آپ حیران ہو جائیں گے کہ آج مہذب نظر آنے والے لوگ، حکومت اور دولت حاصل کرنے کیلئے کس منفی حد تک چلے چاتے تھے۔ ملکہ، دوسرے ملک کے بادشاہ کے ساتھ

ملکراپنےہی بادشاہ خاوند کے خلاف سازش کر رہی ہوتی تھی۔ دربار میں شہنشاہ کے قریبی ترین ساتھی، اکثر اوقات حاکم کو ختم کرنے کے متعلق کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ لندن کے قریب ایک ریاست نے تو ایک ادنیٰ نظارہ یہاں تک دیکھا کہ ایک مشیر خاص نے شاہی محل کے نیچے خاص طرز کی سرگلیں بنوار کھی تھیں۔ ان میں جا کروہ شاہی خاندان کے ہر کمرے میں ایک سوراخ کے ذریعے ہر چیز پر نظر رکھتا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ کی ذاتی زندگی کے متعلق بھی جانتا تھا۔ کون سا شہزادہ کیا کر رہا ہے۔ کون سی شہزادی کیا سوچ رہی ہے۔ شاہی خاندان اندر وہ خانہ اپنے سرداروں اور درباریوں کے متعلق کیا بات کر رہے ہیں۔ یہ مشیر خاص ہر ذاتی اور حکومتی معاملے پر نظر رکھتا تھا۔ شاہی خاندان کو ہرگز پہنچنے کا کس شخص پر اتنا اعتماد کرتے ہیں، وہ ان پر کڑی نظر رکھے ہوا ہے اور انکی جان اور تخت کے درپے ہے۔ اس چھوٹی سی مغربی ریاست میں بھی یہی کچھ ہوا۔ بادشاہ کو دربار میں اس وزیر کی موجودگی میں ایک باغی نے قتل کر دیا۔ وزیر دوبار کے باہر سے قفل لگا کر بیٹھ گیا کہ جو بھی جیتے گا، اسکے ساتھ مل جائیگا۔ جیسے ہی باغی نے بادشاہ کو قتل کیا اور باہر آیا۔ پرانا وزیر، نئے بادشاہ کا معتمد خاص بن گیا۔ پرانا شاہی خاندان بڑی سفا کی سے زندہ جلا دیا گیا۔ مگر وزیر یا تدبیر اپنی جگہ پر موجود رہا اور پھر کھیل وہیں سے شروع ہو گیا، جہاں سے ہونا چاہیے تھا۔

اقدار حاصل کرنے کے کھیل میں اسلامی دنیا اور غیر اسلامی دنیا کے بنیادی اصولوں میں رتبی برابر بھی فرق نہیں۔ یہ تباہ ہم میں سے کوئی بھی تسلیم نہیں کرتا کہ مسندِ شاہی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ ہاں، اس پر بیٹھنے والے کا کوئی نہ کوئی دین ہو سکتا ہے۔ کرسچن دنیا کی قدیم حکومتوں پر نظر ڈالیے۔ اس میں ایک خاص عصر موجود تھا۔ وہ تھامہ ہبی پیشوا۔ یعنی پوپ یا اس کا مقامی نمائندہ۔ اس مذہبی طبقہ کی اکثریت انہی علتوں اور سازشوں میں مصروف رہتی تھی جس میں انکا ذاتی فائدہ ہو۔ شائد آپ کے علم میں نہ ہو کہ مال و دولت کی کثرت کے لحاظ سے پوپ یا اس کا نمائندہ حد درجہ امیر ہوتے تھے۔ کئی بار تو بادشاہ سے بھی کئی گناہ زیادہ تخت کے کھیل میں یا اہم ترین فریق ہوا کرتے تھے۔ پوپ تو باقاعدہ تاج پہنتا تھا اور اسکے پاس ایک بہت بڑی فوج بھی ہوا کرتی تھی۔ اسکی ایک آواز پر ہزاروں لوگ لڑنے مرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔ مگر تکلیف دہ بات یہ تھی کہ یہ سب کچھ صرف ایک دکھاوا تھا۔ نہ لوگوں کی زندگی بہتر کرنے کا کوئی سنبھیڈہ مقصد تھا اور نہ ہی رعایا کی خدمت کرنے کا کوئی خواب تھا۔ اصل نکتہ اقتدار اور دولت کو حاصل کر کے اسے ہمیشہ کیلئے اپنی گرفت میں رکھنا تھا۔ جو شخص بھی بادشاہ کے خلاف تھا، وہ واجب القتل تھا۔ اسکے خاندان تک کو ذبح کر دیا جاتا تھا۔ یعنی حاکم اپنے خلاف کسی قسم کی ہلکی سی بغاوت بھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔

مسلم دنیا کے بھی بعضیہ یہی حالات رہے۔ سلوخ بادشاہوں کے عہد پر نظر ڈالیے۔ درباری سازشیں بالکل عام تھیں۔ شاہی خاندان کے اندر بادشاہ کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش پہم جاری رہتی تھی۔ ایک سلوخ بادشاہ کو تو دوبار اسکی اہلیہ نے زہر دیکر مارنے کی کوشش کی۔ خلیفہ یا بادشاہ کا نام شاہ ناصر الدین تھا۔ ایک مرتبہ تو یہ واقعہ دوران سفر ہوا۔ جہاں اتفاق سے ابن العربی موجود تھے۔ انہوں نے بروقت علاج کر کے بادشاہ کی جان بچائی۔ مگر دوسری بار، خلیفہ اپنے محل میں، اہلیہ کے دیے ہوئے زہر سے نہ بچ پایا۔ کھانا کھاتے ہی جان کی کے عالم میں چلا گیا۔ التغزل جیسا بہادر سپہ سالار بھی موجود تھا۔ بادشاہ اسکے ہاتھوں میں دم توڑ گیا۔ ملکہ، دراصل بادشاہ کی دوسری بیوی تھی اور اپنی اولاد کو مندرجہ بھاننا چاہتی تھی۔ التغزل جو کہ بنیادی طور پر ترک تھا اور جس نے انتہائی بہادری سے مغلوں اور لا دین لوگوں

کا مقابلہ کیا۔ وہ بذاتِ خود، اقتدار کی جگہ میں کئی بارز ہر سے بال بال بچا۔ ایک بار تو زہرا س درجہ سراست کر گیا کہ اسکے کائی قبیلے کی اکثریت یہ سمجھ پڑھی کہ وہ مرچکا ہے۔ اسی کا چھوٹا بیٹا عثمان، سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوا۔ جو مسلمانوں کی اس دنیا میں سب سے بڑی اور بے مثال حکومت تھی۔ سلطنت عثمانیہ میں بھی دربار اور اقتدار کے وہی لمحن رہے جو پرانے تھے۔ وہی درباری سازشیں، وہی اولاد کے اندر تخت حاصل کرنے کی خون ریز ہوس، وہی قتل و غارت اور وہی بے اصولی۔ سلطنت عثمانیہ کا بنیادی زوال انہیں اندر ونی ریشہ دار یوں کی بدولت ہوا۔

ہندوستان میں مسلمان اور ہندو سلطنتوں اور راجاؤں کا بھی یہی حال تھا۔ بہادر شاہ ظفر انگریز کے وظیفہ خوار تھا۔ کسی قسم کے کوئی انتظامی اختیارات بھی حاصل نہیں تھے۔ صرف لاں قلعہ تک محدود تھا۔ مگر اس بے آسرانام کے بادشاہ کی جان نشینی کا بھی حد درجہ مسئلہ تھا۔ قیامت تو یہ تھی کہ مختلف بیگماں اپنی اپنی اولاد کو تخت پر بٹھانے کیلئے ہر سازش کر رہی تھیں۔ انگریزوں تک سے خفیہ میل ملاپ جاری تھا۔ بہادر شاہ ظفر کی عزیز ترین بیوی، ہر صورت میں اپنے بیٹے کو اسکی جگہ لانا چاہتی تھی اور اسکے لیے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران سے رابطے میں تھی۔ بر صغیر کی ہر مقامی ریاست، ایک ہی طرح کے عذاب میں مبتلا تھی کہ مستقبل کا حاکم کون ہوگا۔ اس عذاب نے سلطنتیں اجڑ دیں۔ غیر ملکی بر صغیر پر قابض ہو گئے۔ مگر یہاں کی سرنشیت میں ایک فیصلہ بھی تبدیلی نہیں آئی اور نہ آسکے گی۔ بنیادی وجہ صرف ایک ہے۔ صرف ایک۔ مغرب کے جو ہری حالات کو صنعتی انقلاب نے یکسر تبدیل کیا ہے۔ سائنس کی بے مثال ترقی نے اتنے مقامی رویے کے مکمل تبدیل کر دیا ہے۔ تحقیق نے ان پر زندگی کی نئی منزليں آشکارہ کی ہیں۔ سوال کرنے کی اجازت نے انکے معاشروں کو ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے۔ وہی سے قانون کی حکمرانی، انسانی حقوق، رائے عامہ کا ووٹ کے ذریعے اظہار اور انسان دوستی نے جنم لیا ہے۔ یہ اقدار عملی طور پر صرف اسلیے وجود میں آئیں کہ یورپ نے خوفناک قربانیاں دیکر اصولوں کی بنیاد پر اپنے معاشروں کو نئے ڈھنگ سے ترتیب دیا ہے۔ انکے ہاں بھی کئی مسائل ہیں۔ مگر انکے نظام میں اتنی قوت ہے کہ وہ بڑے سے بڑے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ جو مالک جنگ کے نظر یہ کو ترک کر چکے ہیں، وہ کیا کچھ نہیں کر سکتے۔

اسکے برعکس، ہمارے جیسے ملکوں میں اقتدار کا ہزاروں سال پرانا سفاک کھیل نئے ناموں کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ کیونکہ ہم لوگ، یورپ کی طرح Renassaince صنعتی انقلاب اور سائنس کی دنیا میں داخل ہی نہیں ہو پائے۔ لہذا ہمارے معاملات جوں کے توں رہنگے۔ تنخ بات تو یہ ہے کہ معاملات مزید بگڑینگے۔ معاشرے میں طاقت کے حصول کیلئے بے اصولی اور شدید کشمکش ہر سطح پر پھیم برقرار رہیگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نہ پہلے ہماری کوئی سمت تھی اور نہ آج کوئی منزل ہے۔ یہاں ہر امر قدیم ترین منقی روایات کے مطابق چلتا رہیگا!